رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

الفضل

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء | شنبہ | مطابق ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ ہجری | نمبر ۵۶

مدینۃ المسیح علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بخیریت ہیں۔

خاندان مسیح موعود اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ہاں بھی خدا کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

حافظ روشن علی صاحب مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے ہیں۔

اخبار کا گذشتہ پرچہ جسمیں خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضمون کا جواب شائع ہوا ہے۔ منگوا کر خاص طور پر لوگوں میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ جو دفتر ترقی اسلام سے ایک آنہ فی پرچہ کے حساب سے مل سکتا ہے۔

عساکر برطانیہ کی فتحمندی کے لیے سکرٹری صاحب صدر انجمن کی طرف سے جو دعا کی تحریک شائع ہوئی ہے۔ اس پر پوری پابندی کے ساتھ عمل کیا جاوے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے عساکر برطانیہ کی کامیابی کے لئے دُعائیہ جلسہ کی تحریک

(جو سلسلہ کے موجودہ امام و پیشوا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی ہدایت کے ماتحت شائع کیجاتی ہے)

ذیل میں جناب سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک ضروری اعلان شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ احباب خاص طور پر اسکی تعمیل میں کوشش فرمائینگے (ایڈیٹر)

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ موجودہ جنگ میں افواج قاہرہ برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعائیہ جلسوں کی جو تحریک حضور ملک معظم قیصر ہند کیطرف سے حضور وائسرائے ہند نے کی ہے اسکیلئے ۶ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء یوم اتوار مقرر تھا حضرۃ خلیفۃ المسیح میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی نے اسلامی حسیات و جذبات کو مد نظر رکھکر اور یوم دعا کو زیادہ مفید بنانے کے لئے بذریعہ تار جناب وائسرائے ہند کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کے لئے اگر جمعہ کا دن مقرر کیا جاوے۔ تو اس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات ہی کی تکریم کا پہلو مد نظر رہیگا۔ بلکہ بہت کثرت سے مسلمان لوگ اس جلسہ دعا میں شامل ہو سکیں گے۔ کیونکہ یوم جمعہ نہایت مبارک دن ہے۔ حضور وائسرائے بہادر کی طرف سے جو جواب وصول ہوا ہے اس کی بنا پر حضرت خلیفہ ثانی نے پسند فرمایا ہے۔ کہ احمدی جماعتیں ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء یوم جمعہ کو عساکر برطانیہ کی کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ اپنی جماعت مقیم قادیان کے ساتھ اس روز ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو بعد نماز جمعہ سلطنت برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا فرماوینگے۔ لہذا حضرت کے ارشاد کے ماتحت تمام احمدی انجمنوں اور تمام احمدی افراد کو جہاں کہیں وہ ہیں اس چٹھی کے ذریعہ اطلاع دیجاتی ہے کہ وہ ۱۸ جنوری کو بعد از نماز جمعہ اپنی اپنی مقامی جماعتوں کے ساتھ اپنی محسن گورنمنٹ کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ اور ان دعائیہ جلسوں کی رپورٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں روانہ کریں۔

دوسرے مسلمان بھی اگر اسی تاریخ یعنی ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو بعد نماز جمعہ تمام مساجد میں کامیابی افواج برطانیہ کے لئے دعا کریں تو بہت ہی مناسب اور موزون ہو۔ امید ہے کہ مختلف انجمنوں کے سکرٹری صاحبان اور مسلمانوں کے دوسرے سربرآوردہ لوگ اس دعائیہ جلسہ کی تحریک کو کامیاب بنا کر

احمدی جماعت سے خطاب

جو سالانہ جلسہ پر کیا گیا

(از جناب ذوالفقار علیخان صاحب گوہر رامپوری)

حیف اسلام پر ہو یہ بیداد
ہوں کمر بستہ ہر طرف جلاد

اعتراضات کی کریں بوچھاڑ
اسکی تعلیم کو کریں برباد

ہر روش اور ہر طریقہ سے
خلل انداز ہوں ستم ایجاد

خیر خواہوں کی یہ بری گت ہو
دوستی کر رہی ہو کار عناد

باغ اسلام خود تباہ کریں
پھول و پھل پتیاں کریں برباد

خود لگا گھونٹنے کو پھرتے ہیں
طائران چمن کا یہ صیاد

اور ہم دور سے کھڑے دیکھیں
جس کا مطلب ہے ہر چہ باد آباد

اے خدا مسلموں کو غیرت دے
فکر دنیا سے دل کر آزاد

دوستو دین حق ہو یوں بیمار
اور تم اپنے حال میں دلشاد

عذر اہل و عیال پیش کرو
جبکہ ہو وقت نصرت و امداد

زن و فرزند و عیش و عشرت میں
یار صادق تمہیں نہ آئے یاد

کیا یہی عہد تھا یہی اقرار
جس پہ شاہد کیا تھا رب عباد

ہے یہی شیوۂ وفاداری
کیا یہی ہیں مراسم امجاد

دینگے دنیا پہ دین کو ترجیح
وقت بیعت نہ تھی یہ شرط و مراد

تھا کہا اسپہ کاربند ہوئے
اس جماعت کے کسقدر افراد

احمدیت کی شان کے ہے خلاف
قول اور فعل دونوں ہوں متضاد

کیا زلازل ہلا نہ دینگے اسے
جس عمارت کی خام ہو بنیاد

دین و دنیا بہم ہوئے ہیں کہیں
جمع کسطرح ہو سکیں اضداد

کامیابی کا گر ہے پیارے قوم
تجھ میں پیدا ہوں سینکڑوں فرہاد

دوستو ملکے سب کرو کوشش
کار تبلیغ میں کرو امداد

زہد و تقویٰ کا وہ نمونہ ہو
جس سے مٹ جائے شیطنت کا فساد

یہ اعانت جو کر رہے ہو تم
اسمیں بھی ہے ضرورت ایزاد

کیا ستم ہے کہ بھول جاؤ تم
اسقدر جلد میرزا کی یاد

ابھی زندہ ہے اور سلامت ہے
ابن مریم کی دوستو اولاد

ان کی قربانیاں خدا کو پسند
ان کے اعمال پر خدا کا صاد

ان کے دم سے ہے دین کی رونق
ان کے دم سے یہ باغ ہے آباد

ان کی تقلید ہے ہمارا کام
ہم ہیں شاگرد اور یہ استاد

حیف پھر کہ ہم قصور کریں
نصرت دین میں حسب استعداد

رات دن ہم دعا کے طالب ہوں
ہر مصیبت میں ان سے لیں امداد

چین لینے نہ دیں خطوں سے کبھی
کبھی پڑ جائے گر کوئی افتاد

لیکن اس پر کبھی عمل نہ کریں
کچھ خلیفہ اگر کرے ارشاد

میں جو کہتا ہوں ٹھیک کہتا ہوں
شک اگر ہو تو دیکھ لو اعداد

میرے شاہد ہیں یہ ادھورے کام
جنکی احمد نے ڈالی تھی بنیاد

ہم نے کیا ان کو کر دیا کامل
کوئی صاحب ذرا کریں ارشاد

زخم فاسد کا ایک ہی ہے علاج
دوستو! نوک نشتر فصاد

مجھکو یہ حال دیکھ کر گوہر
شیخ سعدی کا شعر آیا یاد

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۶ جنوری ۱۹۱۸ء

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

۲۶ - دسمبر کی کارروائی

اس دن کی کارروائی دس بجے کے قریب زیر صدارت جناب مولوی انوار حسین خاں صاحب رئیس شاہ آباد جو کہ حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے ہیں شروع ہوئی۔ حافظ جمال احمد صاحب نے قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ اور جناب قاسم علی خانصاحب رامپوری نے اپنی نظم پڑھی

حافظ روشن علی صاحب کی تقریر

اس کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب نے اپنی تقریر "مسائل مختلفہ مابین احمدیان وغیر احمدیان" پر شروع کی۔ آپ نے سورۂ عنکبوت کا پہلا رکوع تلاوت فرما کر بیان کیا کہ بعض اختلاف اپنی ذات میں نہ برا ہے نہ بھلا - بلکہ بعض اختلاف ضروری ہوتے ہیں اور بعض غیر ضروری - اور بعض برے ہوتے ہیں - پس اختلاف کا لفظ سن کر گھبرانا نہ چاہیے - بلکہ اس امر کی تلاش کرنی چاہیے کہ اختلاف کس قسم کا ہے -

ہمیشہ باریک باتوں کے سمجھانے کے لیے موٹی مثالیں پیش کی جاتی ہیں - اسی لحاظ سے قرآن کریم نے مذہبی باتوں کو سمجھانے کے لئے ظاہری موٹی مثالیں پیش کی ہیں - کہیں بارش کی مثال دی ہے - کہیں آگ کی - اور کہیں چراغ کی - اس لیے میں بھی مذہبی اختلافات کے سمجھانے کے لئے دنیوی اختلافات کو پیش کرتا ہوں۔

اختلاف کی اقسام

بعض اختلافات ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوں تو نسل انسانی بالکل مٹ جائے مثلاً یہ کہ کوئی مرد ہے - اور کوئی عورت - کیا اگر یہ اختلاف نہ ہو تو انسانی نسل باقی رہ سکتی ہے - ہرگز نہیں - پھر بعض اختلافات ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں - تو انسان کی معاش اس پر مشکل ہو جائے مثلاً کوئی زمینداری کرتا ہے - کوئی نجاری - اور کوئی معماری کرتا ہے - کوئی تجارت کھانے پینے کی اشیاء مہیا کرتا ہے - تو کوئی پہننے کی - اس قسم کے اختلاف اختلاف حسن کہلاتے ہیں - مگر ایک اختلاف غیر ضروری ہوتا ہے - جس کے ترک کرنے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا - جیسا کہ تھیٹر اور دیگر تماشوں کی مختلف اقسام ہیں - ان اختلافات کو دور کر دینے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا - لیکن اختلاف حسن کو مٹانے سے اختلاف قبیح پیدا ہو جاتا ہے - جو تباہی اور بربادی کا باعث بن جاتا ہے - مثلاً کوئی سپاہی ہے - جو ادنیٰ حیثیت رکھتا ہے - اور کوئی پولیس افسر ہے - یہ ایک اختلاف ہے - مگر حسن ہے - اگر یہ نہ ہو تو اختلاف قبیح رونما ہو جائے - پھر یہی اختلاف ہے کوئی چور بنتا ہے - کوئی ڈاکو - اور کوئی قاتل - یہ قبیح اختلاف ہے - غرض اختلاف کی بھلائی یا برائی اس کے اثر سے معلوم ہوتی ہے -

احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اختلاف

پس جو اختلاف احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ہے - اس کے متعلق دیکھنا چاہیے - کہ وہ کونسی قسم سے ہے - آیا اختلاف حسن ہے - یا قبیح - ضروری ہے - یا غیر ضروری -

ان مثالوں کو اب روحانی امور پر چسپاں کرو - ایک لوگ داعی الی الخیر ہوتے ہیں - اور ایک داعی الی الشر - جس الاصول جو اختلافی مسئلہ ہی ہے وہ یہی ہے جس میں ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آیا ہے - وہ یہ ہے کہ قوم ایک شخص کی منتظر ہوتی ہے مگر جب اپنے وقت پر وہ مدعی کھڑا ہو جاتا ہے - اور اپنے موعود ہونے کا اعلان کرتا ہے - تو قوم کا ایک حصہ اس کی تصدیق کرتا ہے - اور اس کو موعود یقین کرکے اس پر ایمان لے آتا ہے - مگر دوسرا حصہ کہتا ہے کہ نہیں تم وہ موعود نہیں ہو - جس کے ہم منتظر ہیں - وہ کوئی اور شخص ہے غرض اختلاف تعین میں ہوتا ہے - اور یہ اختلاف ترقی کرتے کرتے اس حد کو پہنچ جاتا ہے - کہ بڑی بڑی محبت کے علاقوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے - جس طرح دو خط ایک نقطہ سے علیحدہ علیحدہ سمتوں کو کھینچے جائیں تو جتنا اُن کو بڑھایا جائے اتنا ہی ان میں بعد ہوتا جائیگا - اسی طرح اس اختلاف میں ہوتا ہے دیکھو ابو بکرؓ اور ابو جہل ایک ہی مجلس میں بیٹھنے والے تھے - مگر نبی کریم کی بعثت پر حضرت ابو بکرؓ نے علیحدگی اختیار کی - اور ان میں اختلاف ہو گیا - اسی طرح اس وقت ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک شخص کھڑا ہوا - اور اس نے داعی الی الخیر ہونے کا دعویٰ کیا - اور اپنے موعود مسیح ہونے کا اعلان کیا - ہم احمدیوں نے کہا کہ بیشک تم مسیح ہو اور ہم اس پر ایمان لائے لیکن غیر احمدیوں نے کہا تم وہ موعود نہیں ہو جس کی آمد کے ہم منتظر ہیں - وہ اور ہی ہے - پس یہی اختلاف ہے - جو ہمیشہ ہوتا چلا آیا - حضرت نبی کریم کی بعثت پر بھی یہی اختلاف ہوا تھا اس کے بعد تفصیلات میں جا کر اختلاف اور زیادہ بڑھ جاتا ہے - کیونکہ طرفین اپنی تائید کے وجوہات بیان کرتے ہیں - چنانچہ غیر احمدیوں نے کہا کہ موعود مسیح تو مسیح ناصری ہے - جو زندہ آسمان پر موجود ہے - اور اسی نے دوبارہ آنا ہے مرزا صاحب چونکہ یہیں پیدا ہوئے ہیں - اس لئے ہم ان کے منتظر نہیں تھے - کہ ان کو مان لیں -

پہلا اختلاف

اس طرح حضرت مرزا صاحب کی تعین میں اختلاف کی وجہ حیات و وفات مسیح کا مسئلہ پیدا ہوا - حضرت نبی کریم کے وقت منکرین کی طرف سے جو دلیل کذب دی گئی

نبوت پیدا ہوگئی وہ یہ تھی کہ اجعل الالھۃ الٰھاً واحداً کہ ایک متفقہ عقیدہ کو ترک کرکے ہیں۔ بہت سے معبودوں کی بجائے ایک معبود بنایا جاتا ہے۔ جو بڑے اچنبھے کی بات ہے۔ کیا ساری قوم جھوٹی ہوگئی۔ اور یہ ایک سچا نکلا۔ اس زمانہ میں ہمارے مخالفین نے حیات مسیح کو پیش کیا۔ کفار نے کثرت الٰہ کو کیوں پیش کیا تھا۔ اس کی ایک بڑی بھاری وجہ علاوہ یہ کہ مکہ وہ جگہ ہے۔ جو وادی غیر ذی زرع میں آباد ہوا۔ اس لئے یہاں کے باشندوں نے اس نہ برداشت ہونے والی تکلیف کو محسوس کرکے اپنے گذارے کی صورت یہ نکالی کہ دنیا میں جس قدر بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ ان سب کو مکہ میں جمع کر دیا اور ان کی خدمت اپنے ذمے لی۔ تاکہ دنیا کے متفرق حصوں کے لوگ ان کی پوجا کرنے مکے میں آئیں۔ اور ان کے چڑھاوے اور دیگر نذر و نیاز کی آمدنی سے اپنا پیٹ پالیں۔ اسی سے خداتعالیٰ نے ان کا قول اس طرح بیان کیا ہے۔ وقالوا ان نتبع الھدیٰ معک نتخطف من ارضنا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم قرآن کی تعلیم پر چلیں تو پھر ہمارا مکہ میں رہنا ایک امر محال ہے۔

گویا نبی کریم ان کے سامنے وہ تعلیم پیش کرتے تھے جس میں ان کو کھلی بربادی اور صریح ہلاکت نظر آتی تھی۔ اسی لئے تو انھوں نے اس سختی سے مقابلہ کیا۔ ورنہ ایسی بے بنیاد بات پر وہ کس طرح قائم رہ سکتے تھے۔ اور پھر ہجرت کے واقعہ سے انھوں نے ثابت بھی کر دیا کہ تمھاری تعلیم ایسی نہیں کہ اس پر چل کر پھر کوئی مکہ میں رہ سکے۔

حیات مسیح کے عقیدہ پر کیوں اصرار ہے

ہمارے مقابل میں جو لوگ ہیں۔ وہ مسیح ناصری کی حیات کے قائل اور اس کی آمد کے منتظر ہیں بظاہر یہ عقیدہ معمولی معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ والوں کے بت پرستی کے عقیدہ سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ بت پرستی پر تو ایک مکہ کا گذارہ تھا۔ مگر مسیح کی حیات پر قریباً تمام دنیا کا گذارہ ہے اس لئے اس وقت کے مخالفین۔ جتنا بھی اختلاف کریں تھوڑا ہے۔ دیکھئے ایک بڑا گروہ مسلمانوں کا ہے۔ اور دوسرا بڑا گروہ نصاریٰ کا ہے۔ نصاریٰ نے تو مسیح کے کفارہ کا اعتقاد رکھ کر اپنی آخرۃ کا سارا دارومدار اسی پر رکھا اور مسلمان اپنی دنیا اور دین دونوں کا دارومدار حیات مسیح پر رکھے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ دجالی فتنہ جس کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا لقد انذر نوح قومہ کہ نوح نے بھی دجالی فتنہ سے اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور دیگر انبیاء بھی ڈراتے رہے اس فتنہ سے مسیح ناصری نے ان کو بچانا ہے۔ اور اس طرح دین اور دنیا دونوں میں اس کے ذریعے انھوں نے ترقی حاصل کرنی ہے۔ تو مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنا گویا ان دونوں گروہوں کی بڑی بڑی امیدوں کو خاک میں ملا دینا ہے۔ پس جس طرح نبی کریم کی سچائی کی بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ نے ایسی قوم میں جس کی زندگی کا دارومدار کثرت الٰہ کے وجود کے عقیدہ پر تھا۔ لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم بڑے زور کے ساتھ پیش کی۔ جو کہ بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ اسی طرح مسیح موعود کی سچائی کی چاہئے۔ اور کوئی دلیل بھی ہو تو آپ کا وفات مسیح کا مسئلہ ہی دنیا کے سامنے پیش کرنا ایک ایسا دلیرانہ اور بہادری کا کام ہے۔ کہ ہر ایک عقلمند کے دل میں حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی نسبت کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا ہے کیونکہ دنیا کے ایک بڑے حصے کی دین و دنیا کی ترقی بزعم ان کے حضرت مسیح کی حیات کیساتھ ہی وابستہ تھی۔ پھر مکے میں جو بت تھے وہ تو نامعلوم لوگوں کے تھے جن کی حقیقت اور اصلی حالات زندگی سے وہ بے خبر تھے مگر حضرت عیسیٰ ایک ایسے انسان تھے جن کے بہت کچھ حالات سے واقف ہیں پھر بت تو زمین پر تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ کو آسمان [illegible] آسان کام نہ تھا۔ دنیا کی تمام جھوٹی اور خیالی امیدوں پر پانی پھیرنا تھا اس بات کو رہنے دو کہ نبی کریم تو مکہ یثرب میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہوں کو اس سے مسلمانوں کو غیرت نہیں آتی۔ اور یہ بھی چھوڑ دو۔ کہ نبی کریم کو تو یہ منصب نہ دیا جائے کہ آپ نبی ہوں۔ لیکن حضرت عیسیٰ کو محی و ممیت تسلیم کیا جائے۔ صرف اس بات کو دیکھئے کہ حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم سے وفات مسیح کا کیسا ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح کی زبان سے آیت فلما توفیتنی میں ان کی وفات کا اقرار دکھا دیا۔ اور احادیث سے یہاں تک ان کی وفات کا ثبوت دیا کہ حضرت نبی کریم نے عینی شہادت سے بتا دیا کہ مسیح بھی گذشتہ فوت شدہ رسولوں میں جا ملا ہے۔ ورنہ زندے کا مردوں میں مل کر رہنا چہ معنی دارد۔ پھر واقعات سے یہاں تک ثابت کیا کہ کشمیر میں ان کی قبر بھی دکھا دی۔

حضرت مسیح کے متعلق غیر احمدیوں کے دلائل

چونکہ وفات مسیح کے دلائل آپ لوگ بہت دفعہ سن چکے ہیں۔ اس لئے ان کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ہاں جن آیات کو غیر احمدی حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ میں ان کو بیان کرکے بتاتا ہوں کہ ان سے حیات مسیح نہیں۔ بلکہ وفات مسیح ثابت ہوتی ہے چنانچہ وہ چھٹے پارے کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذی اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ اور دوسری آیت جو وہ پیش کرتے ہیں۔ وہ مذکورہ بالا آیت کے مابعد کی یہ آیت ہے وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔ پہلی آیت سے تو حیات مسیح کا یوں استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ مسیح روح اور جسم دونوں کا نام ہے۔ اور بل رفعہ اللہ میں ہ کی ضمیر دونوں کی طرف

جاتی ہیں۔ اس لئے دونوں آیتیں مرفوع ہو گئے۔ لیکن میرے نزدیک اس سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ حیات مسیح۔ اور وہ اس طرح۔

حضرت مسیح کا رفع کس طرح ہوا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ یا وہ خدا کا بندہ ہے۔ اگر خدا کا بیٹا ہے۔ تب تو بیشک جس طرح باپ یا ماں بیٹے کو اٹھاتے ہیں اسی طرح خدا نے بھی ان کو اٹھا لیا ہوگا۔ اگر وہ خدا کے بیٹے نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ بلکہ خدا کے بندے ہیں تو پھر جس طرح خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو اٹھایا کرتا ہے اسی طرح اس نے مسیح کو بھی دنیا سے اٹھا لیا۔ مسلمان اگرچہ لفظاً خدا حضرت مسیح کی نسبت استعمال نہیں کرتے۔ مگر اعتقاد کے لحاظ سے خدائی کے درجے سے انہیں کم نہیں مانتے۔ پرندوں کے پیدا کرنے والا اور غیب کی خبریں بتانے والا کہتے ہیں۔ مگر چونکہ خدا تعالےٰ غالب حکمت والا ہے اس لئے گو لوگوں نے ان کو زندہ رکھنے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں کی۔ مگر اس نے ان کو مار کر ثابت کر دیا کہ میرے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے۔ جو زندہ رہ سکے۔ مشبہ لہم کے بھی غیر احمدی یہ کرتے ہیں کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو بچانے کے لئے ایک شخص کا حلیہ بدل کر حضرت عیسیٰ کی شکل کا بنا دیا تھا۔ جس کو یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اور اس طریق سے حضرت عیسیٰ بچ گئے۔ لیکن حلیہ کا بدلا دینا خدا تعالےٰ کے غلبہ کے بالکل خلاف ہے کیا اس کو اتنی طاقت نہ تھی کہ یہودیوں کے ہاتھ سے حضرت مسیح کو کسی اور طریق سے بچا لے۔ اور ایک بے گناہ کو ان کی جگہ گرفتار نہ کرا دے۔ پھر اس کے علاوہ جو وجوہات ان کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے بتائے جاتے ہیں۔ وہ سب خدا کی حکمت کے خلاف ہیں جیسا کہ ان کے خیال کی خدا تعالےٰ اس طرح تردید کرتا ہے فرماتا ہے وھو اللہ فی السموٰت وفی الارض۔ کہ خدا تعالےٰ آسمانوں میں بھی ہے۔ اور زمین میں بھی۔ پس یہ کیوں نہ مانا جائے کہ حضرت عیسیٰ زمین میں ہی مدفون ہوئے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ تو زمین میں بھی ہے۔ اس سے ان کا یہ کہنا باطل ہو گیا کہ خدا کے اپنی طرف اٹھانے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اور دیکھئے۔ جب لوگ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے۔ تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہم بھی خدا کے ہی ہیں۔ جس طرح یہ شخص خدا کی طرف چلا گیا ہے اسی طرح ہم بھی اس کی طرف جانے والے ہیں۔ اس آیت میں جو الیہ کا لفظ ہے اسی کو بل رفعہ اللہ الیہ میں رکھا گیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ مسیح بھی اسی طرح خدا کی طرف گیا ہے جس طرح تم جانے والے ہو۔ یا تم میں سے جاتے ہیں۔

رفع الی اللہ کے معنی

میں اللہ کی طرف جانے کے دو معنی ہیں۔ ایک مرجانا دوسرے رفع روحانی۔ غیر احمدی ہمارے اس روحانی رفع سے رفع الروح کے معنی سمجھ لیتے ہیں۔ یعنی روح کا اٹھانا۔ لیکن ہمارا مقصد اس سے رفع روحانی ہوتا ہے۔ یعنی ایسا رفع جو جسم کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ مفردات راغب میں زیر آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنے لکھے ہیں رفعہ منزلتہ کہ اس کا درجہ بلند ہو گیا۔ پھر یہ کہ فاعل کے بدلنے سے فعل کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے۔ دیوار بیٹھ گئی۔ بیل بیٹھ گیا۔ ساہوکار بیٹھ گیا۔ ان سب کا بیٹھنا علیحدہ علیحدہ ہے پس جب رفع کے فعل کا خدا فاعل ہو تو اس کے معنے بھی بدل جاتے ہیں۔ لسان العرب میں لکھا ہے کہ فی اسماء اللہ تعالیٰ الرافع ھو الذی یرفع المؤمن بالاسعاد واولیاءہ بالتقریب کہ خدا تعالےٰ کے اسماء میں سے ایک اسم رافع ہے کہ وہ مومنوں کو اور اپنے اولیاء کو سعادتمندی اور قرب میں ترقی دیتا ہے۔

حیات مسیح کے متعلق دوسرا استدلال بھی غلط

اب دوسری آیت ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کو لو۔ کہ جس سے غیر احمدی حیات مسیح کا استدلال کرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ آیت بھی وفات مسیح کا ثبوت ہے۔ نہ کہ حیات کا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق فرماتا ہے۔ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا کہ اس نے ان کے غلط عقائد کی شہادت قیامت کو ہی دینی ہے۔ پس خلاف قرآن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہی مسیح دوبارہ آکر دنیا میں ان کے عقائد کے غلط ہونے کی شہادت دیں۔ کیونکہ انھوں نے تو حسب ارشاد الٰہی قیامت کو ہی ان کے خلاف شہادت دینی ہے۔ اگر دوبارہ انھوں نے دنیا میں آنا ہوتا تو خدا تعالےٰ اس طرح فرماتا کہ دنیا میں وہ ان کے غلط عقائد کے خلاف شہادت دیں گے۔ لیکن دنیا میں خدا نے ان کو اس امر کا حق نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا وہ دنیا میں پھر نہیں آ سکتے۔ اس آیت سے حیات مسیح کا استدلال وہ یوں کرتے ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے۔ مگر ضرور ضرور وہ ایمان لائیگا حضرت عیسیٰ پر ان کے مرنے سے پہلے چونکہ ان کے وفات پانے سے پہلے تمام اہل کتاب نے ان پر ایمان لانا ہے۔ اور ابھی تک وہ ایمان نہیں لائے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابھی نہیں مرے۔ گویا انھوں نے حضرت عیسیٰ کا مرنا اور جینا یہودیوں کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ اگر وہ سارے کے سارے نہ مانیں تو حضرت عیسیٰ زندہ رہیں گے اور اگر ان سب نے مان لیا تو جھٹ ان کی روح قبض ہو جائیگی۔ اور وہ فوت ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ان کا یہ خیال درست ہے تو پھر کسی یہودی کو بھی اس وقت تک نہیں مرنا چاہئے۔ جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ کوئی بھی یہودی ایسا نہیں۔ مگر ضرور ضرور وہ حضرت عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لائیگا۔ اب اگر بغیر حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے کوئی یہودی مر جائے تو قرآن کی بات غلط ہو جاتی ہے

اس لیئے کسی یہودی کو بھی ایمان لائے بغیر نہیں مرنا چاہیئے گویا یہودیوں کو ہمیشہ زندہ رہنے کا یہ ایک عجیب نسخہ ہاتھ آگیا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ مسیح پر ایمان لائیں وہ مر نہیں سکتے۔ لیکن چونکہ یہودی مرتے آئے ہیں۔ اور اب بھی مرتے ہیں۔ اس لیئے غیر احمدی گھبرا کر یہودیوں کے ایمان کو آمد مسیح کے زمانہ کے ساتھ مقید کر دیتے ہیں۔ مگر ان کا یہ خیال بھی آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ سے مخالف پڑتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے وجود کا قیام قیامت تک بتایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے جو معنی غیر احمدی کرتے ہیں۔ وہ اس موقع پر قرآن کریم کی فصاحت اور بلاغت سے بھی بہت دور ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے ماقبل اور مابعد یہودیوں کی بدیوں کا ہی ذکر ہے۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی بدیوں کی فہرست میں ایمان جیسی عظیم الشان نیکی کا بھی ذکر کر دیا جاوے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے آگے حرف لکن کے ساتھ ان کی نیکیوں کا علیحدہ ذکر کیا ہے پس اس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں۔ کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے۔ مگر وہ ایمان لاتے رہیں گے ساتھ اپنے قول انا قتلنا المسیح کے یعنی وہ سمجھتے رہیں گے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا۔ مگر ان کا یہ ایمان اپنے مرنے سے پہلے پہلے تک ہی ہے۔ مرنے کے بعد آخرۃ میں ان کا یہ ایمان قائم نہیں رہیگا۔ بلکہ امنوا بالباطل وکفروا باللہ اولئک ھم الخسرون کے مطابق ان کا یہ ایمان دنیا میں ہی رہجائیگا۔ مرنے کے بعد انھیں اس واقعہ کے متعلق حقیقی ایمان حاصل ہو جائیگا۔ مگر اس وقت کا ایمان ان کو کچھ فائدہ نہ دیگا

کیا حضرت مسیح موعود کو نبوت کا مدعی ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا جاتا

پس یہ جو اصل الاصول اختلاف تھا کہ غیر احمدی کہتے تھے مسیح زندہ ہیں۔ اور وہی دوبارہ آئیں گے اس کا تو قرآن نے اس طرح فیصلہ کر دیا اس کے بعد انھوں نے اس کو چھوڑ کر ایک دوسرا اختلاف پیدا کر دیا۔ کہ مرزا صاحب کو مجدد تو ہم ماننے کے لئے تیار تھے۔ مگر یہ تو نبوت کے مدعی ہیں۔ حالانکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن دیکھو ان کو ملزم کرنے کے واسطے خدا کی حکمت تیرہ سو برس سے آنے والے مسیح کو ان سے نبی منواتی چلی آئی ہے۔ حالانکہ جس نبی کے وہ منتظر ہیں۔ انھوں نے نبوت کا فیض آنحضرت صلعم سے نہیں پایا۔ اور مرزا صاحب کی نبوت تو نبی کریم کی نبوت کا عکس ہے۔ جو کچھ ان کو حاصل ہوا حضرت نبی کریم کے طفیل ہی حاصل ہوا اس لئے ان کا یہ عذر غلط ہے۔ کہ مرزا صاحب چونکہ نبی ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو نہیں مانتے۔ پھر اگر وہ حضرت مرزا صاحب کو اس وجہ سے نہ مان کر ہمارے ساتھ نہیں ملتے۔ تو وہ لوگ جو ہم سے علیحدہ ہو کر لاہور جا بیٹھے ہیں۔ وہ تو مرزا صاحب کو مجدد ہی مانتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی شریک ہو جائیں۔ لیکن ادھر بھی وہ نہیں ملتے جس سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ عذر بھی صحیح نہیں ورنہ کم از کم وہ ان سے تو ضرور مل جاتے۔ پس غیر مبائعین کو ہم سے علیحدہ کر کے خدا نے ان کے اس عذر کو بھی باطل کر دیا۔ اور اس طرح ان پر حجت تمام کر دی۔

کیا کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔

پھر آیت خاتم النبیین پیش کر کے کہتے ہیں کہ اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں دجالی فتنہ اتنا زبردست اور بھاری ہے کہ کسی نبی کے وقت میں ایسا فتنہ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ۶ ہزار سال سے متواتر انبیاء علیہم السلام اس فتنے سے اپنی اپنی امت کو ڈراتے آئے۔ مگر اتنے بڑے فتنے کے فرو کرنے کے لئے کوئی نبی نہ آئے۔ تو اور کون آئے۔ اس کے لئے تو جری اللہ فی حلل الانبیاء آنا چاہیئے۔

آج سے پہلے جہاں تک تاریخ انسانی گواہی دیتی ہے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی بھی دنیا کو اس خوبصورتی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا کہ جس سے اس زمانہ میں پیش کر کے لوگوں کے دل لبھلائے جاتے ہیں۔ خوراکیں دیکھو تو پوشاکیں دیکھو تو سواریاں دیکھو تو عیش وعشرت کے سامان دیکھو تو غرض ہر رنگ میں دنیا کو نہایت ہی مرغوب بنایا گیا ہے۔ حضرت یوسف کی مثال میں تو چند عورتوں کا ذکر ہے۔ مگر آج دیکھو کس قدر عورتوں کی طرف دعوۃ عام پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے بھی اس زمانہ کے متعلق فرمایا حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا اور اسی لئے حضرت مسیح موعود نے بھی یہ اقرار مبائعین سے لیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔ پس یہ دجالی فتنے کا ہی اثر ہے کہ لوگوں کے دلوں سے ایمان نکل گیا ہے۔ ایسے زمانہ میں کسی عظیم الشان نبی کو ہی آنا چاہیئے تھا۔ پھر دیکھو قرآن کریم میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ کہ اے مسلمانوں رسول اللہ پر درود اور سلام بھیجو۔

اس آیت کی تعمیل کے لیئے آنحضرت صلعم نے اپنی امت کو یہ درود سکھلا دیا کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں نبی کے ساتھ اس کے آل کو شامل نہیں کیا تھا۔ مگر نبی کریم نے آل کو بھی ساتھ شامل کر لیا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو خدا تعالےٰ نے فرمایا انی جاعلک للناس اماما کہ میں تجھے لوگوں کا امام و مقتدا بنانا چاہتا ہوں۔ تو حضرت ابراہیم نے اپنی آل و اولاد کو بھی اس انعام سے متمتع ہونے کی درخواست اس طرح پیش کر دی۔ قال ومن ذریتی کہ الٰہی یہ رحمت اور عطا میری اولاد پر بھی ہو۔ اسی لئے نبی کریم نے بھی دعا میں آل کو شامل کر لیا کیونکہ آپ مومنین کے حق میں بڑے رحیم کریم ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکان بالمومنین رحیما۔ چنانچہ آپ کی دعا سنی گئی۔ اور خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا

هوالذی یصلی علیکم وملٰئکتہٗ۔ اب سوال ہوتا تھا کہ کیسی رحمت مانگی گئی ہے۔ تو کما صلیت علےٰ ابراھیم میں بتادیا کہ اس سے وہ رحمت مراد ہے جو حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد پر کیگئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم جو درود میں مانگتے ہیں۔ وہ کسی مجہول امر کے متعلق سوال نہیں کرتے۔ بلکہ کسی معلوم امر کا سوال کرتے ہیں

پھر سوال ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو کیا رحمت ملی۔ اور ممکن ہے وہ رحمت انھیں قیامت کو ملنی ہو۔ اس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب و اٰتینٰہ اجرہ فی الدنیا وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصٰلحین۔ کہ ہم نے ابراہیم پر یہ بخشش اور عطا کی کہ اس کی اولاد میں نبوت کو جاری رکھا۔ یہ تو دنیا میں ہم نے اس پر بخشش کی۔ اور آخرۃ میں بھی وہ انھیں لوگوں میں شامل ہوگا کہ جن پر ان کی صلاحیت کی وجہ سے بخشش کی جائیگی۔

پس نبوت کی بخشش ان پر اور ان کی آل پر دنیا میں کیگئی جیسا کہ صاف ظاہر ہے اور وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب سے ظاہر ہے۔ اور یہی رحمت درود شریف میں آل محمدؐ کے لئے بھی مقدر کی گئی ہے۔ وہ کتاب تو قرآن کریم ہے۔ جس کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ بوجہ اس کے کامل ہونے کے خدا تعالےٰ نے خود لے لیا۔ چنانچہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ہاں لوگوں کے دلوں میں بڑے بڑے خوارق اور تازہ نشانات آسمانی سے نور یقین پیدا کرنے کے لئے انبیا آئیں گے۔ تا لوگ دل کے شوق سے شریعت کی پابندی اختیار کریں۔ اس کے متعلق اگر یہ کہا جائے۔ کہ قرآن کریم ہی کافی ہے۔ کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو پھر کہا جاسکتا ہے۔ کہ نبی کریم کی بعثت کی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ خدا اپنی بنائی کتاب آسمان سے بھیج سکتا تھا لیکن جس طرح تلوار کے ساتھ تلوار چلانے والے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن کے سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اور اس کے احکام پر چل کر نمونہ پیش کرنے کے لئے نبی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ علماء یہ کام کر سکتے ہیں۔ تو اس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اگر علماء یہ کام کر سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت روز بروز ردی ہوتی جارہی ہے۔ اور شیطان نے ان کے دلوں کو ویران کر رکھا ہے۔ پس واقعات اور عملی حالات پر نگاہ کر کے انصاف کرو کیا صاف نہیں ثابت ہوتا کہ علماء یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں۔ اور یہ کہ نبی کریم کے بعد آپ کی مہر سے نبی آسکتے ہیں۔ درود شریف اور سورہ فاتحہ کی دعا صراط الذین انعمت علیہم اس پر شاہد ناطق ہیں۔

کیا مرزا صاحب کو ماننے کی ضرورت نہیں

اس کے بعد پھر وہ عذر پیش کرتے ہیں۔ کہ نبی تو شریعت لاتا ہے اور شریعت اب کامل ہو چکی ہے۔ اس لئے اگر مرزا صاحب نبی ہوں بھی۔ تو ان کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔

دنیا میں جاہل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تو ایسے جاہل ہوتے ہیں۔ جو اپنی جہالت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور بعض جاہل ہوتے ہیں۔ جو اپنی جہالت کو عقلمندی تصور کرتے ہیں۔ یہ جہل مرکب ہوتے ہیں اسی طرح بعض بیمار اپنی بیماری کو محسوس کرتے ہوئے اپنی بیماری کی فکر کرتے ہیں۔ لیکن بعض بیمار مجنون ہوتے ہیں۔ جو اپنی بیماری کو تندرستی سمجھتے ہیں۔ اور طبیب کا نام سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ تو انبیاء اس وقت آتے ہیں جبکہ لوگوں کی روحانی بیماری جنون کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ جو گمراہ ہو کر بھی اپنے آپ کو ہدایت یافتہ نہیں سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی نبی آیا۔ تو لوگوں نے یہی کہا کہ ہم کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ اسی طرح فرمایا کذٰلک ما اتی الذین من قبلھم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون۔ جب خوارق دیکھیں تو کہدیا کہ اجی چالاک آدمی ہے۔ کوئی چالاکی کری ہوگی۔ اور اگر خوش بیانی دیکھتے ہیں۔ تو اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ مجنون ہے پس ایک نبی کے متعلق ان کے عقلمندوں کی ایسی متضاد رائیں ہی ثابت کرتی ہیں کہ مدعی سچا ہے اور وہ جھوٹے ہیں۔ اور متضاد بیانات کو کفار بھی سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے جھوٹے ہونے کی علامت ہے، چنانچہ ایک دفعہ حج کے دنوں میں چونکہ مختلف اکناف سے لوگوں نے مکہ جمع ہونا تھا۔ اس لئے اہل مکہ نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی۔ کہ تا اس میں نبی کریم کے متعلق کوئی ایک بات قرار دیں۔ اور یہ نہ ہو کہ بیرونجات کے لوگ جب پوچھیں تو کوئی کچھ جواب دے اور کوئی کچھ۔ اور اس طرح ہم جھوٹے ثابت ہوں۔ اس مجلس میں بعض نے آنحضرت صلعم کو مجنون کہنے کی رائے پیش کی۔ جس کی تردید دوسروں نے اس طرح کردی کہ یہ دانوں تو اسی صورت میں چل سکتا ہے جب کہ لوگ اس کے پاس نہ جائیں۔ اور اس کی باتیں نہ سنیں۔ لیکن اگر کوئی اس کے پاس گیا۔ اور اس کی باتیں سنیں۔ تو پھر وہ تمیز کو الزام کرے گا۔ کہ اچھا وہ مجنون ہے۔ کہ تمہاری عقلیں اس کے سامنے خیرہ ہوتی ہیں۔ پھر کہا گیا کہ شاعر کہنا چاہئے۔ جس کی تردید یوں کی گئی کہ جو جا کر قرآن سنیگا۔ وہ کہیگا یہ قرآن عرب کے شعروں کے وزن پر نہیں ہے اس کو شاعر کیوں کر کہتے ہیں۔ اس طرح سے تم کو فن شاعری سے نابلد قرار دیں گے۔ اسی طرح جو بات پیش کی جاتی۔ اسی کی تردید کر دیتے۔ لیکن باوجود اس کے وہ مخالف ہی تھے اور رسول کریم کو ماننے کی کوئی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ تو منکر لوگ ہمیشہ یہی کہتے چلے آتے ہیں۔ کہ نبی کی ضرورت نہیں ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ جو ماننے والے ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کے فدائی ہوتے ہیں۔ کہ چاہے نبی کتنی بھی شریعت لاوے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ ابھی تو ان کو نہیں مرزا

چاہئے تھا۔ ابھی ان کی بعثت کی ضرورت تھی۔ لیکن نہ ماننے والے چونکہ جنون کی حد تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی موجودہ زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت تو اسی سے ظاہر ہے کہ جب اس کی طرح ہمارے مخالفین مخلی بالطبع ہو کر سوچتے ہیں۔ تو خود ان کا ضمیر ان کو ملامت کرتا ہے۔ اور اپنی روحانی حالتوں پر ان کو افسوس آتا ہے۔ لیکن ہمارے سامنے یہی کہتے ہیں کہ شریعت کامل ہو چکی ہے۔ اس لئے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ نبی ہمیشہ شریعت ہی نہیں لایا کرتے بلکہ شریعت کو قائم کرنے کے لئے بھی آتے ہیں۔ اور یہی بڑا مقصد ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم کے وقت کے منافق اگر اس وقت ہوتے۔ تو آج کل کے لوگ ان کو ولی اللہ سمجھتے۔ اور یہ بات بالکل درست ہے۔ ان کا نقص جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ لا یأتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ ولا ینفقون الا وھم کارھون کہ وہ نمازیں پڑھنے آتے ہیں۔ مگر سستی سے۔ اور خرچ فی سبیل اللہ بھی کرتے ہیں۔ مگر دل کی ناخوشی سے صحابہ کے مقابلہ میں تو وہ لوگ کمزور ضرور تھے۔ اور اپنے مالوں کو خوشی سے خدا کی راہ میں خرچ نہ کرتے تھے۔ اس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کی محبت ظاہر ہوتی تھی۔ کیونکہ یہ تو اس وقت کے منافقوں کی حالت تھی۔ مگر اب مسلمان کہلانے والوں کو دیکھو کہ نماز بالکل پڑھتے ہی نہیں۔ اور خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ تو گویا ان کے لئے حرام ہے۔ ان کے مقابلہ میں اس وقت کے منافق ولی نہیں تو کیا ہو سکتے ہیں کہ ان کے دلوں میں آنحضرت صلعم کی ایسی محبت تھی کہ پروانہ وار اس شمع حسن پر گرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت سے ایک صحابی نے عرض کی کہ قیامت کو حضور ہمیں شناخت کس طرح کریں گے۔ فرمایا کہ بتاؤ جس شخص کے پنج کلیان گھوڑے ہوں۔ وہ دوسرے گھوڑوں میں مل کر [illegible] جہاں محبت ہوتی ہے وہاں انسان اپنی جان و مال کی کچھ پروا نہیں کرتا [illegible]

ہیں چونکہ میری امت کے ہاتھ پاؤں وضو کرنے کی وجہ سے چمکتے ہونگے۔ اس لئے میں ان کو پہچان لونگا۔ مگر جب لوگوں میں تارک الصلوٰۃ ہونگے تو جب سے یہ معیار شناخت ہی نہ پیدا ہو تو نبی کریم انھیں پہچانینگے کیا۔ ایک دفعہ آنحضرت نے فرمایا کہ قرآن دنیا سے اٹھ جائیگا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ جب ہم قرآن یاد کرتے ہیں ہماری اولادیں قرآن یاد کرینگی تو پھر قرآن کس طرح اٹھ جائیگا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا توراۃ یہود و نصاریٰ میں موجود نہ تھی۔ جب عمل اٹھ جاتا ہے۔ تو کتاب بھی اٹھ جاتی ہے۔ اس وقت اس کا ہونا بھی نہ ہونے کی برابر ہوتا ہے۔ پس ضروری تھا کہ ایسے وقت میں آنحضرت صلعم خود تشریف لاتے یا اپنے کسی غلام پر اپنا عکس ڈالتے۔ تا وہ آپ کی روحانیت کا وارث بنکر اصلاح خلق کرتا۔

حضرت مسیح موعود کی صداقت کے معیار

ہمارے مخالفین جب ضرورت بھی مان لیتے ہیں۔ تو پھر یہ عذر تراشتے ہیں۔ کہ ہم مرزا صاحب کو کیوں مانیں۔ کسی اور کی راہ کیوں نہ دیکھیں گویا ضرورت تو اس وقت ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ خدا نے اس وقت اس کو پورا نہیں کیا۔ یہ کیسی نادانی کی بات ہے۔ نبی کی ضرورت تو اب ہو۔ مگر خدا اس کو دوسرے وقت پر ٹال دے۔

ہم مخالفین کو علی الاعلان کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں نبی کریم کی سچائی کے جو معیار بیان کئے گئے ہیں۔ انھیں پر حضرت مسیح موعود کی سچائی کو جانچو اگر مرزا صاحب ان معیاروں پر پورے اترتے ہیں تو پھر کسی کو ان کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے بڑے بڑے معیاروں میں سے ایک تو دعوے سے پہلے کی زندگی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ یعنی دلیل ہے جو قرآن نے پیش کی ہے۔ دنیا میں جو کام بھی ہو رہا ہے۔ تجربہ کی بنا پر ہو رہا ہے۔

زمیندار جو غلہ بوتا ہے۔ اسی تجربہ کی بنا پر کہ جو بوتا ہے۔ وہ کاٹتا ہے۔ حالانکہ بعض دفعہ نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن عموماً چونکہ تجربہ میں یہی آیا ہے کہ فائدہ ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ غلہ بوتا ہے۔ اسی طرح ایک طالب علم محنت اور کوشش کر کے امتحان میں شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ طلباء عموماً پاس ہو کر بڑی بڑی ترقیں حاصل کرتے ہیں۔ تو خدا نے نبی کریم کی سچائی کو پرکھنے کے لئے آپ کی پہلی زندگی کو پیش کیا کہ گذشتہ تجربہ سے تم لوگ فائدہ اٹھاؤ دیکھو جب اس نے دعوے نبوت سے پہلے کبھی انسان پر بھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو آج یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یکلخت خدا پر افترا باندھنے لگ گیا ہے۔ اسی کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی دعوے سے پہلی زندگی کو دیکھو اور غور کرو۔ دوسرا معیار یہ ہے کہ دعوے کے بعد خدا اس کی کیا معاملہ کرتا ہے۔ آیا مفتریوں والا یا اس کے خلاف اور جس طرح بچوں اور مجنونوں کے کام کوئی نتیجہ خیز نہیں ہوتے۔ اس کی محنت اور مشقت کا بھی یہی انجام ہوتا ہے۔ یا کوئی ایسا نتیجہ اس کے کاموں سے نکلتا ہے کہ جس سے عقلمندوں کی عقلیں بھی حیران رہجاتی ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ اگر یہ کاذب ہے تو قانون الٰہی کے ماتحت اس کی قطع وتین ہوگی۔ اور اگر مجنون ہے تو تم کو کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ مجانین کے کاروبار بیکار ہوتے ہیں۔ اور اگر صادق ہے تو تم کو مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔ اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرنی چاہئے۔

تیسرا معیار یہ ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل الآیہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں شدید ہیں کافروں پر اور رحیم ہیں آپس میں۔ تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ رکعا

سچیدا ہیں۔ اللہ کے فضل اور رضامندی کے امیدوار ہیں۔

شدید کے معنی ہیں جو دوسروں پر اثر ڈالے اور خود مخالف کا اثر قبول نہ کرے۔ اور دوسرے معنے سخت کے ہیں۔ یعنی اگر کوئی ان پر گرے تب بھی ہلاک ہو۔ اور اگر وہ کسی پر گریں تو بھی اُس کو ہلاک کردیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر اس رسول کے ذاتی کمالات کی طرف تمھاری نگاہ نہیں جاتی تو آپ کے متبعین کو ہی دیکھو کہ ان کی حالت ہی تمہارے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ جو کوئی بھی کسی کو ماننے والا ہوتا ہے۔ یا اس کی طرفداری کرتا ہے۔ تو اسی لئے کہ دونوں کے خیالات ایک ہوتے ہیں۔ پس اگر محمد اللہ کے رسول نہیں۔ تو ان کے ساتھیوں میں یہ علامات نہ پائی جاتیں۔ کہ مخالفوں پر تو وہ اثر ڈالتے ہیں۔ لیکن خود ان کا اثر قبول نہیں کرتے۔ پھر وہ ایسے سخت ہیں کہ جو ان پر حملہ کرے۔ یا جس پر وہ حملہ آور ہوں۔ اس کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ مگر آپس میں ایسے رقیق ہیں۔ کہ اثر قبول بھی کر لیتے ہیں اور اثر ڈال بھی لیتے ہیں۔

اس معیار پر ہمارے مخالفین کو چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو پرکھیں۔ اور اگر مرزا صاحب کے کمالات کی طرف ان کی نگاہ نہیں جاتی تو ان کی جماعت میں علامات مذکورہ تلاش کریں۔

جناب حافظ روشن علی صاحب کی اس تقریر کے بعد جلسہ نماز کے لئے برخاست ہوا۔ ظہر و عصر کی نمازیں جمع ہوئیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے نے پڑھائیں۔ اس کے بعد دوبارہ اجلاس زیر صدارت جناب میر حامد شاہ صاحب شروع ہوا۔

میر محمد اسحٰق صاحب کی تقریر

جناب میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل نے مسائل مختلفہ مابین احمدی جماعت و غیر از جماعت کے متعلق تقریر فرمائی اگرچہ کچھ دن سے آپ کی طبیعت ناساز تھی۔ اور اس وقت تک پورا آرام حاصل نہ ہوا تھا تاہم آپ نے ایک گھنٹہ کے قریب تقریر کی۔ اور فرمایا کہ پچھلے سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ارشاد کے مطابق میں نے مسئلہ خلافت اور نبوت پر چند باتیں بیان کی تھیں۔ اس دفعہ جب مجھے لیکچر دینے کے لئے نامزد کیا گیا تو حکم ہوا کہ ان مسائل کے علاوہ اور باتوں کے متعلق کچھ سناؤں۔ اس لئے خدا تعالے نے مجھے جو کچھ سمجھ دی ہے۔ اس کے مطابق کچھ عرض کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ تمام دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے یا نہیں۔

میرے نزدیک مسئلہ خلافت اور نبوت کے بعد بڑا بھاری اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دعوے تمام دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ یا نہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کے وجود باجود کو ضرور ساری دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ مگر غیر مبایعین کے نزدیک ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مدت سے ان کا مشن ووکنگ میں قائم ہے۔ جہاں ان کے مبلغ کام کرتے ہیں۔ وہاں ایک اخبار رسالہ نکالتے ہیں لیکچر دیتے ہیں۔ تقریریں کرتے ہیں۔ مگر اس وقت تک انھوں نے حضرت مرزا صاحب کا نام پیش نہیں کیا۔ اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب ایک سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دعوے اہل یورپ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق ہم اگر حضرت مرزا صاحب کی تحریریں پیش کریں تو وہ بھی غیر مبایعین کے لئے حجت ہیں۔ لیکن ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ کرانا چاہیئے اگر تو آپ نے یہ فرمایا ہو کہ مسیح موعود کا دعویٰ صرف ہندوستان کے لئے ہی مخصوص ہوگا۔ یورپ اور دیگر عیسائی ممالک کے لئے نہیں ہوگا۔ تب تو خواجہ صاحب اور ان کے ساتھی سچے۔ لیکن اگر آپ نے مسیح موعود کا بڑا کام وہی بتایا ہو۔ جس کا تعلق عیسائی ممالک سے ہو تو ہم سچے ہونگے۔

عیسائی ممالک میں مسیح موعود کا دعویٰ پیش کرنے کے متعلق رسول کریم کا ارشاد

میرا دعوےٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں یہ بتایا ہے کہ مسیح موعود آئیگا وہاں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ اس کے مشن کا کام خاص طور پر عیسائی ممالک سے تعلق رکھیگا۔ چنانچہ آپ نے مسیح موعود کا سب سے بڑا کام اور فرض یہ قرار دیا ہے کہ یکسر الصلیب وہ صلیب کی کسر کریگا۔ اس کا آنا صلیب کی شکست کے لئے ہوگا۔ اب بتاؤ صلیب کی کہاں پرستش ہوتی ہے۔ عیسائی ممالک میں۔ پس صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ آپ کے مشن کا بہت بڑا کام عیسائی ممالک میں ہوگا۔ مگر کیسے غضب کی بات ہے کہ کہا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کا نام اہل یورپ کے سامنے پیش کرنا سم قاتل ہے۔ میرے نزدیک خواجہ صاحب کا یہ کہنا غلط بھی ہے۔ اور درست بھی۔ بے شک خواجہ صاحب کا دماغ بہت عمدہ لڑا ہے۔ اور ایک پتے کی بات نکالی ہے۔ مگر اس کے چسپاں کرنے میں انھوں نے غلطی کھائی ہے۔ اور اس کو اپنے لئے سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اسی حدیث میں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے رسول کریم نے فرما دیا ہے کہ مسیح سوروں کو قتل کرے گا۔ اس لئے واقعی آپ کا نام ان کے لئے سم قاتل ہے۔ اور اس لحاظ سے خواجہ صاحب کی بات درست ہے، مگر انھوں نے غلطی سے حضرت مسیح موعود کے اس قول کو اپنے لئے قرار دے لیا ہے۔

خدا تعالیٰ کا حکم

پھر دیکھو خدا تعالے جس نے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود بنا کر بھیجا۔ وہ کیا کہتا ہے۔ کیا اس کے

کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ صرف ہندوستان کے لئے آئے ہیں۔ یا ساری دنیا کے لئے۔ اس کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے الہام دیکھو۔ جن میں سے ایک یہ ہے

"دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا"

اب کیا دنیا میں یورپ شامل نہیں۔ اگر ہے۔ اور ضرور ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہاں آپ کا دعویٰ نہ پیش کیا جائے۔ پھر دیکھو خدا کے بڑے زور آور حملے کہاں ہو رہے ہیں۔ ہندوستان میں۔ یا یورپ میں۔ پس جب یورپ ہی میں زور آور حملے ہو رہے ہیں۔ تو ہم دوسرے لوگوں کی بات مانیں۔ یا خدا کی جس نے حضرت مرزا صاحب کو بھیجا۔

اس موقعہ پر غیر مبائعین یہ عذر نہیں کر سکتے۔ کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جبکہ حضرت مرزا صاحب کا نام اہل یورپ کے سامنے پیش کیا جائے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ تو حضرت مرزا صاحب کو براہین کے زمانہ میں کہتا ہے۔ کان ان تعان و تعرف بین الناس وہ وقت آ پہنچا ہے۔ کہ تجھے دنیا میں مشہور کر دیا جائے۔ اب ہم خدا کی بات کو سچا مانیں یا ان لوگوں کی بات کو۔

حضرت مسیح موعود کا قول

حضرت مسیح موعود کے الہام کے بعد آپ کا قول ہے۔ اس کو پیش کرتا ہوں فرماتے ہیں۔ ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحا دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

کہ مجھے مسیح کا درجہ اس لئے دیا گیا ہے۔ تاکہ میں یورپ کے سامنے خدا کے نور کو پیش کروں۔ یہاں قوم مسیحا سے مراد ہندوستان کے دیسی عیسائی نہیں۔ بلکہ یورپ کے مدبر اور سمجھدار لوگ ہیں۔ دیکھو حضرت مرزا صاحب تو کہتے ہیں۔ کہ مسیح کی قوم کے لئے خدا نے مجھے نور دیا ہے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ مسیح کی قوم سے۔ اس نور کو چھپائے رکھنا چاہیئے۔ کیسی نادانی کی بات ہے۔

حضرت مسیح موعود کا عمل

اس کے بعد حضرت مرزا صاحب کا طرز عمل ہے۔ خواجہ صاحب تو کہتے ہیں کہ یورپ میں آپ کا نام نہ لو۔ مگر دیکھئے حضرت مرزا صاحب اہل یورپ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لئے کس قدر کوشش کرتے ہیں۔

اسلام میں تصویر کھینچانا منع ہے۔ جب حضرت مسیح موعود کی تصویر کھینچی گئی۔ تو مخالفین نے آپ پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے کہاں مزے کے لئے کھنچوائی ہے۔ ہم چونکہ یورپ میں نہیں جا سکتے۔ اس لئے وہاں تصویر بھیج دیں گے۔ تاکہ وہ شکل تو دیکھ لیں۔ اب دیکھو ایک شخص تو کہتا ہے آپ کا نام اہل یورپ کے سامنے لینا سم قاتل ہے مگر حضرت مسیح موعود کو انھیں اپنا دعوےٰ منوانے کا اس قدر خیال ہے۔ کہ تصویر کھچوا کر بھجواتے ہیں کہ شاید اسی کو دیکھ کر سمجھ جائیں۔

یہ ایک موٹی بات ہے۔ غیر مبائعین سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ کیا حضرت صاحب نے اپنی تصویر ہندوستان کے لوگوں کے لئے کھنچوائی تھی۔ اگر اہل یورپ کے لئے کھنچوائی تھی۔ تو پھر آپ کا نام وہاں لینا کیوں سم قاتل ہو گیا۔

کیسا غضب ہے۔ ایک نبی آتا ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں۔ کوئی عیب نہیں۔ سراپا نور اور رحمت ہے۔ مگر اس کو خود چھپایا۔ اور دوسروں کو چھپانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی تحریر

اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو دیکھو۔ غیر مبائعین کے ٹھوکر کھانے کی۔ ایک بڑی وجہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے ناواقفیت بھی ہے۔ آپ نے ایک کتاب صرف اس لئے تصنیف فرمائی کہ ملکہ معظمہ کو دعوت اسلام دی جائے۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام ہی تحفہ قیصریہ رکھا۔ اگر آپ کے نزدیک اپنا نام پیش کرنا سم قاتل ہوتا تو کبھی بطور مدعی کے اس میں اپنے آپ کو پیش نہ کرتے۔ خواجہ صاحب تو حضرت صاحب کو مہدی اور مجدد بھی نہیں پیش کرتے۔ مگر اس کتاب کے پہلے ہی صفحہ پر آپ لکھتے ہیں:۔

"یہ عریضہ مبارک بادی اس شخص کی طرف سے ہے جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے کے لئے آیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ امن اور نرمی کے ساتھ دنیا میں سچائی قائم کرے۔ اور لوگوں کو اپنے پیدا کنندہ سے سچی محبت اور بندگی کا طریق سکھائے"

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اپنا نام پیش کرنا کتنا ضروری سمجھتے تھے۔ اور وہ بھی کس حیثیت سے یسوع مسیح کی حیثیت سے۔ جو ملکہ معظمہ کے نزدیک خدا ہے۔ پس یہی بات ان میں اور ہم میں فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے کہ کون حق پر ہے۔ اور باتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں اسی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا قدم کدھر اٹھ رہا ہے۔ اور کس طرح وہ لوگ حضرت مسیح موعود کے خلاف چل رہے ہیں

عبرت کا نمونہ

دیکھو یہ کیسا عبرت کا نمونہ ہے مجھے خوب یاد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے جب نواب صاحب کے مکان میں آخری وصیت لکھی تو مولوی محمد علی صاحب کو بلوایا۔ اور وہ وصیت اس کے ہاتھ میں دیکر فرمایا کہ پڑھ کر سناؤ۔ جب ایک دفعہ سنا چکا تھا تو کہا پھر سناؤ۔ پھر تیسری بار پڑھوائی۔ اس میں آپ نے اپنا ایک جانشین مقرر کیا ہے۔ مگر دیکھو اس جانشین کا سب سے پہلے کون منکر ہوا۔ وہی جس نے آپ کی وصیت تین بار پڑھی تھی۔ یہ بڑا عبرت کا مقام ہے لیکن یہ فعل اس سے کیوں سرزد ہوا۔ قرآن کریم بتاتا ہے ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ خدا تعالےٰ یہودیوں کی کچھ شرارتیں بیان کرکے فرماتا ہے۔ یہ انھوں نے یوں ہی نہیں کیں۔ بلکہ اس لئے کیں کہ یہ پہلے ہی نافرمان تھے۔ مولوی محمد علی نے بھی یہ کیوں کیا۔ اس لئے کہ پہلے اس کے متعلق اسی قسم کا واقعہ گزر چکا تھا۔ اور وہ یہ کہ ۱۳ فروری سنہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے

مولوی محمد علی کو بلا کر فرمایا:-

"کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ و امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے۔ اور یہ آپ کا کام ہے۔ آجکل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا۔ اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے۔ کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں۔ اور نہ انکے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے۔ جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ امتیازی باتیں جو کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں۔ وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں۔ اور خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ اور ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے۔ جنکے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ ان تمام دلائل کو جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا نے ہم کو سمجھائی ہیں۔ اسطرح ایک جامع کتاب تیار ہو جاوے۔ تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۳)

اس ارشاد کا پہلا منکر کون ہوا۔ مولوی محمد علی اور اس کی پارٹی کا خواجہ کمال الدین۔ مولوی محمد علی کو بلا کر کہا جاتا ہے کہ تم اس طرح کرو۔ مگر وہی اس کا انکار کرتا ہے۔

حقیقی اسلام

اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حقیقی اسلام کیا ہے۔ اور وہ کیا چیز ہے۔ جو یورپ کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ میرے نزدیک اس میں ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

"کہ آجکل جو ان ملکوں میں اسلام نہیں پھیلتا۔ اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے۔ تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں اور نہ انکے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔"

ہیڈلے کی شراب نوشی کی وجہ

آپ لوگوں نے لارڈ ہیڈلے کا واقعہ سنا ہوگا کہ شراب پی کر بدمست ہو گیا تھا۔ اور تمام اخباروں میں اسکے متعلق بڑا شور پڑا تھا۔ ہندوستان کے اکثر اخباروں نے بھی اسکو درج کیا تھا۔ یورپ میں اس قسم کے واقعات معمولی باتیں سمجھی جاتی ہیں۔ مگر کیا وجہ تھی کہ یہ واقعہ عدالت تک گیا۔ اور وہاں سے لارڈ ہیڈلے پر جرمانہ ہوا۔ پھر اسکو انگلستان اور ہندوستان کے اکثر اخباروں نے نقل کیا۔ اسکی وجہ میرے نزدیک یہی تھی کہ حضرت مرزا صاحب نے کہا تھا کہ یورپ میں اگر کوئی اسلام قبول کرتا بھی ہے۔ تو بہت کمزور رہتا ہے۔ اس واقعہ نے حضرت مرزا صاحب کی اس بات کی تصدیق کر کے دکھادی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہیڈلے کی کمزوری کوئی نئی بات تھی۔ لیکن اسکی اسقدر شہرت ہونے اور پبلک میں پھیلنے کی میرا اپنا ذوق ہے کہ سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں کہ اسکے سامنے حقیقی اسلام نہیں پیش کیا گیا۔ ہمارا مامور کی ہر ایک بات حقیقت اور صداقت رکھتی ہے۔ اور اسی کی صداقت کے ثبوت میں ایسا ہوا۔

حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا وقت

اسکے بعد ایک بات یاد رکھنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود نے بہت جگہ لکھا اور کئی بار ذکر کیا ہے کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ پر اسلام میں خدا تعالیٰ نے جو خصوصیت رکھی ہے۔ وہ یہی ہے کہ ان مذاہب کی طرح پرانے واقعات پر اسکی صداقت کا مدار نہیں ہے۔ بلکہ تازہ بتازہ نشان دکھلاتا ہے۔ اور ہر صدی میں مجدد بھیجتا ہے جس کے ذریعہ اسلام کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود آئے۔ اب اگر حضرت مرزا صاحب کے نام کو یورپ میں پیش نہ کیا جاوے۔ بلکہ کئی سو سال کے بعد پیش کیا جائے۔ تو وہ لوگ کہیں گے۔ کہ جب وہ آیا تھا۔ اسوقت کیوں نہ اُسے پیش کیا گیا۔ تمہارا مشن اسوقت ووکنگ میں قائم تھا وہاں تم ایک ماہواری رسالہ نکالتے تھے۔ تقریریں کرتے اور لیکچر دیتے تھے۔ اُسوقت تم نے کیوں نہ پیش کیا۔ اب جبکہ اتنی مدت گذر گئی ہے۔ اور واقعات پر ایک لمبے زمانہ کا پردہ پڑ گیا ہے۔ تب تم نے اس کو پیش کرنا شروع کیا ہے۔ تاکہ کوئی تحقیقات نہ کر سکے۔ اس کا ان لوگوں کے پاس کیا جواب ہے۔ پس اسوقت حضرت مرزا صاحب کو یورپ میں نہ پیش کرنا بہت بھاری غلطی ہے۔ اور یہ ہم میں اور ان میں ایک بڑا بھاری اصولی اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں یورپ میں مرزا صاحب کا نام نہ لو۔ میں کہتا ہوں۔ اگر مرزا صاحب یورپ کے لئے نہ آئے تھے۔ تو آپ نے کیوں پیشگوئی کی کہ:-

زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحال زار

اسکی بجائے صرف ہندوستان کے لئے ہی پیشگوئی کرتے۔ غور کرنے کی بات ہے۔ جس حصہ دنیا کے لئے آپ آئے نہیں اسکے متعلق پیشگوئی کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ لیکن چونکہ آپ تمام دنیا کے لئے آئے تھے۔ اسلئے ضروری تھا کہ آپ ایسی پیشگوئیاں کرتے۔ پس آپ کی ایسی پیشگوئیاں ثبوت ہیں اس بات کا کہ آپکے دعوے کو یورپ میں بھی پیش کرنا چاہیئے۔ لیکن خواجہ صاحب کے طرز عمل کو دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں۔

چودھری فتح محمد صاحب اسوقت ہم میں موجود ہیں۔ انہوں نے خواجہ صاحب کو کہا کہ میں آپ سے جتنے وقت کی تنخواہ لیتا ہوں۔ اتنے عرصہ میں حضرت مرزا صاحب کا نام کسی کے سامنے نہیں لوں گا۔ لیکن جب مجھے چھٹی ہو۔ تو مجھے اجازت دیجائے۔ کہ ووکنگ کی گلیوں میں جا کر حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو پیش کروں۔ اسکے جواب میں خواجہ صاحب نے کہا کہ اگر تم یہاں مرزا صاحب کا نام لو گے تو میں اور تم ایک چھت کے نیچے بیٹھ کر کام نہیں کر سکتے۔

اس سے سمجھ لو کہ ان لوگوں کے نزدیک حضرت مسیح موعود کو اہل یورپ کے سامنے پیش کرنا کس قدر خطرناک ہے۔ اور اسی سے اندازہ لگا لو کہ حضرت مسیح موعود سے ان کا کس قدر واسطہ ہے۔

کرس نے نئی راہ نکالی

اسکے بعد بیان کرنے کے قابل باتیں تو کئی ہیں۔ لیکن چونکہ میرے حلق میں تکلیف ہے۔ اسلئے مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں۔ دلائل سے تو فیصلے ہوتے رہینگے۔ لیکن میں ایک موٹی بات پیش کرتا ہوں۔ حدیث میں

آتا ہے۔ قیامت کے روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر ہونگے۔ اور اپنی امت کے لوگوں کو جام پلا رہے ہونگے۔ کہ دیکھینگے۔ کچھ لوگوں کو فرشتے پکڑ کر دوزخ کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ اسوقت آپ فرمائینگے اصیحابی۔ اصیحابی۔ یہ تو میرے صحابی ہیں۔ ان کو کہاں لئے جا رہے ہو۔ اسکے جواب میں فرشتے کہینگے۔ انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔ آپ نہیں جانتے کہ آپکے بعد انہوں نے کیا نئی باتیں نکال لیں۔ اسی کے مطابق ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے بعد ہم نے کوئی نئی راہ نکال لی ہے۔ یا غیر مبائعین نے۔ اگر اسی بات پر غور کیا جاوے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کون حق پر ہے۔ دیکھو ہم نے قیامت کے دن حضرت مسیح موعود کو ملنا ہے۔ پس اگر آج ایک مبائع اور ایک غیر مبائع فوت ہو جاوے۔ تو بتلاؤ کون حضرت مسیح موعود کو جا کر خوشخبری سنائے گا۔ حضرت مرزا صاحب دونوں سے سوال کرینگے۔ کہ ہمنے خدا کے حکم سے ایک جماعت تیار کی تھی۔ اور کہا تھا کہ خدا کی جماعت الگ رہ کر ہی ترقی کر سکتی ہے۔ بتلاؤ تم نے میرے بعد کیا کیا۔ اسوقت ایک مبائع تو کہہ سکیگا۔ کہ حضور ہم نے تو آپ کے ارشاد کے مطابق دینی اور سیاسی معاملات میں کسی سے تعلق نہیں رکھا۔ لیکن ایک غیر مبائع کہیگا۔ کہ ہم تو آپکے بعد انہیں سے مل گئے تھے جن سے آپنے جدا کیا تھا۔ بتاؤ حضرت مرزا صاحب کس کی بات سنکر خوش ہونگے ۔

اسیطرح اگر حضرت مرزا صاحب کی طرف سے یہ سوال ہوا۔ اور یقیناً ہونا ہے۔ کہ ہمنے جو اپنی کتاب فتح اسلام میں پانچ مدیں قائم کی تھیں۔ تم ان میں چندہ دیتے رہے ہو یا نہیں۔ ایک مبائع تو کہیگا۔ کہ حضور ہم تو ضرور دیتے رہے ہیں۔ لیکن غیر مبائع کہیگا۔ کہ ہم نے تو ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر لاہور میں نئی انجمن بنالی تھی۔ اور اس میں چندہ دیتے رہتے۔ ان میں سے کونسی بات مسیح موعود کے لئے خوشی کی ہوگی۔ پس حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ حساب لینے سے پہلے اپنا حساب کرلو۔ کہ ہمنے حضرت مرزا صاحب کو دینا ہے ۔

پھر اگر حضرت مرزا صاحب نے پوچھا کہ ہمنے جو لنگرخانہ قائم کیا تھا۔ اسکی تم کیا مدد کرتے رہے ہو۔ ہمنے جو ریویو آف ریلیجنز رسالہ جاری کرایا تھا۔ اسکی اشاعت بڑھانے میں تم نے کیا کوشش کی ہے۔ ہمنے جو ایک انجمن قایم کر کے اسکے سپرد مالی انتظامات رکھے تھے۔ اس کے احکام کو تم نے کہاں تک مانا ہے۔ تو بتلاؤ۔ پھر غیر مبائعین کیا جواب دینگے۔ یہی کہ ہم نے تو آپ کے قائم کردہ لنگر خانہ میں ایک پائی چندہ نہ دیا۔ بلکہ دینے والوں کو بھی روکا۔ ریویو آف ریلیجنز کی خریداری سے انکار کر دیا۔ صدر انجمن کے مقابلہ میں ایک نئی انجمن بنالی۔ کیا یہ جواب مسیح موعود کے لئے خوشی کا باعث ہو گا۔ سوچو اور غور کرو ۔

پھر دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الہام پاکر بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی۔ اور اپنی جماعت کے لوگوں کے لئے قرار دیا کہ اپنی جائداد کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت کریں۔ اور اس میں دفن ہوں تاکہ بہشتی زندگی پائیں۔ آپکے ماننے والوں پر آپ کا ایک ایک لفظ حجت ہے۔ اسلئے جو کچھ آپ نے بہشتی مقبرہ کے متعلق لکھا۔ اس میں ان کے لئے کسی قسم کی چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ پھر اس مقدس وجود کا اسی زمین میں دفن ہونا اور بھی اسکے متبرک ہونے کا ثبوت ہے۔ مگر ان لوگوں کو دیکھو۔ کہ انہوں نے وصیتیں کی ہوئی منسوخ کرالیں۔ گویا خود کہدیا کہ بہشتی بننا نہیں چاہتے۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اسکے نزدیک فاسق ہی سہی۔ لیکن وہ جگہ تو بری نہیں ہو گئی تھی۔ پھر ان کو کسی نے وصیتیں منسوخ کرانے کے لئے مجبور بھی نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے خود بخود ایسا کیا۔ اس سے سمجھ لو کہ سلسلہ سے ان کا کیا تعلق باقی رہ گیا ہے۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے ہیں۔ خدا انکو ہدایت دے۔

میر صاحب کی اس تقریر کے ختم ہونے کے بعد جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے غیر مبائعین کے متعلق ہی اپنی تقریر شروع کی۔ اور نہایت ہی خوبی کے ساتھ ان کے بعض اعتراضات کے جواب دیئے۔ افسوس کہ جس صاحب کو مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے نوٹ لینے کی خدمت سپرد کی گئی تھی۔ وہ ابھی تک انہیں مرتب کر کے نہیں دے سکے۔ اسلئے فی الحال اس تقریر کا خلاصہ درج کرنے سے معذور ہوں۔

مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے بعد اس دن کے جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی ۔

اشتہار

بموجب حکم جناب خان بہادر مولوی محمد حسین صاحب اڈیشنل سب جج بہادر کانپور

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۲۰)

نمبر مقدمہ ۵۳۴ سنہ ۱۹۱۷ء

عدالت اڈیشنل سب جج بہادر ضلع کانپور

فرم شیو نکھ رائے راجکمار بذریعہ موتی لال ولد رام چندر اس منتظم و شرکیدار دکان موسومہ شیونکھ رائے راجکمار واقعہ بلاکر گنج شہر کانپور (مدعی) یونائیٹڈ فلاور ملز کانپور و گنجز فلاور ملز کمپنی لیمٹڈ کانپور و کانپور فلاور ملز کمپنی لیمٹڈ کانپور و بابو موہن چند عرف مرلیدہر ولد کیدار ناتھ قوم اگروالہ ساکن جیاتی محال شہر کانپور بحیثیت مینیجنگ ایجنٹ و ڈائرکٹر و لالہ ہرکشن لال بیرسٹرایٹ لا ر لاہور پارٹنرز ملز مذکورہ مسٹر ہدایت حسین بیرسٹرایٹ لا ر ریسیور بمقدمہ نمبری (۱۵۷) مدعا علیہم

بنام لالہ ہرکشن لال بیرسٹرایٹ لا۔ ساکن لاہور مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مبلغ للعہ سلعہ کے دائر کی ہے۔ لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۸ ماہ جنوری ۱۹۱۸ء بوقت ساڑھے دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے۔ حاضر ہو اور جوابدہی دعوےٰ کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو۔ جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔ تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے۔ تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہو گا ۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۱۷ء جاری کیا گیا۔

اطلاع۔ اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہونگے تو تم عدالت ہذا سے سمن بایں مراد جاری کرا سکتے ہو کہ جو گواہ حاضر نہ ہو وہ جبراً حاضر کرایا جائے اور جس دستاویز کو کسی گواہ سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے پیش کرائی جائے۔ بشرطیکہ تم خرچہ ضروری عدالت میں [illegible]

[illegible]

زیر اہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام میں چھپ کر [illegible] شائع ہوا